نقد واستدراک

کیا مکی عہد کی ابتدا میں دعوت خفیہ تھی؟

——— جناب سید حامد عبدالرحمٰن الکاف

سہ ماہی تحقیقات اسلامی، اپریل- جون ۲۰۱۳ء میں ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی کے قلم سے 'دارِارقم - اوّلین مرکزِ دعوت' کے زیرِعنوان معلوماتی مقالہ نظر سے گزرا۔ مقالہ نگار خوب لکھے جا رہے تھے، مگر 'ایک مختلف نقطۂ نظر' (ص۸۱) سے بات کچھ اور ہی ہوگئی۔ وہ اس لیے کہ یہاں سے بحث یوں چل نکلی کہ کیا اس عرصے میں (تین، ساڑھے تین سال کے ابتدائی عرصے میں) دعوت خفیہ تھی یا علانیہ؟ یہ ایک فطری نتیجہ تھا جو بار بار لفظ 'خفیہ' کے استعمال سے برآمد ہوا، مثلاً 'مکی عہد کی ابتداء میں ایک خفیہ مرکز کی ضرورت' (ص۶۶) 'دارِ ارقم کو خفیہ رکھنے کی کوششیں'۔ (ص۷۰) ☆

حقیقت کیا ہے؟

حقیقت صرف اور صرف یہ ہے کہ یہ کوئی زیرِ زمین (Underground) تحریک نہیں تھی، بلکہ اس کا زمین کے اوپر اور وہ بھی پہاڑ پر ہونا اس کے فوق الارض (زمین کے اوپر) (Overground/Overland) ہونے اور رہنے کی ایک ناقابلِ تردید دلیل ہے۔ آج کی تخریب پسند زیرِ زمین تحریکوں کی وجہ سے 'خفیہ' کے ساتھ ہی ذہن زیرِ زمین کی طرف منتقل

☆ راقم نے اپنے مقالہ میں 'خفیہ' کا لفظ 'زیرِ زمین' (Underground) کے معنیٰ میں نہیں استعمال کیا ہے، بلکہ اس کا استعمال 'علانیہ' کے بالمقابل ہوا ہے اور اس سے کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا کہ رسول اللہ ﷺ نے مکی عہد کی ابتدا میں علانیہ دعوت نہیں دی تھی، بلکہ رازداری کے ساتھ، خاموشی سے، انفرادی طور پر دعوت وتبلیغ کا کام انجام دیا تھا اور ایمان لانے والے صحابہ کرام نے بھی رازداری کو ملحوظ رکھا تھا۔ (رضی الاسلام)

ہوجاتا ہے، جب کہ آپؐ نہ کبھی زیرِ زمین کہیں روپوش ہو گئے تھے اور نہ وہاں سے کوئی 'خفیہ' تحریک چلا رہے تھے۔ غارِ حرا سے نکلنے کے بعد آپؐ ہمیشہ لوگوں کے درمیان ہی رہے۔ یہ ایک قابلِ غور پہلو ہے۔

مکی دور کے ابتدائی زمانے میں حکمتِ تبلیغ

مکی دور کے ابتدائی زمانے میں حکمتِ تبلیغ اس بات سے عبارت تھی کہ رسول اللہ ﷺ کی نظر میں جو ارواحِ سعیدہ تھیں ان کو خاموشی سے دعوتِ توحید دی جاتی اور جب وہ حضرات حلقہ بگوش اسلام ہوجاتے تو ان سے کہا جاتا کہ اس دعوت کو اپنی ذات تک محدود رکھیں اور اس وقت تک اس کو کسی اور شخص تک نہ پہنچائیں جب تک خود ان کی اپنی تربیت عقائد، عبادات، اخلاق اور اجتماعی پہلو سے ایک خاص حد تک نہ پہنچ جائے اور جب تک خود حالات اس بات کی اجازت نہ دیں کہ اس کو دوسروں تک پہنچایا جائے۔

گویا اس مرحلے میں چیدہ اور منتخب (Selected) افراد تک دعوت پہنچانا مقصود تھا اور بس۔

دارِ ارقم کی حاجت کیوں؟

جب ان ارواحِ سعیدہ کی تعداد اچھی خاصی ہوگئی تو سوال اجتماعی عبادت-نماز-قائم کرنے کا تھا اور ساتھ ہی عقائد، عبادات اور اسالیبِ تبلیغ کی تربیت بھی دینی تھی، تاکہ یہ حضرات مستقبل قریب میں حکیمانہ تبلیغ کے نمونے بن کر اپنے اپنے حلقۂ احباب میں دعوت کا کام پوری سرگرمی اور اعتماد کے ساتھ انجام دے سکیں۔

اسی لیے سیدنا حضرت محمد ﷺ بہ ذاتِ خود وہاں تشریف فرما ہوا کرتے تھے، تاکہ یہ سب کام آپ کی شخصی نگرانی اور سرپرستی میں بہ حسن وخوبی انجام پا سکیں۔

یہ اسلوبِ دعوت کیوں اختیار کیا گیا؟

اس کی وجہ یہ تھی کہ دعوتِ اسلامی کے ابتدائی مرحلے میں چند سنجیدہ جاں نثاروں کو بہ حیثیت داعیان اور کارکنانِ دعوت تیار کر لینے کی ضرورت تھی، تاکہ یہ دعوت مکہ مکرمہ کے

سارے ہی بڑے بڑے قبیلوں اور خاندانوں میں پھیل جائے اور جب علانیہ دعوت دی جائے تو عام لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ دعوت مکہ کے طول وعرض میں اور ہر قبیلے اور خاندان میں سرایت کر گئی ہے اور اس زمین میں جڑ پکڑ چکی ہے۔ اگر پہلے ہی دن سے علانیہ دعوت دی جاتی تو چند ایک افراد سے نمٹنا کفارِ مکہ کے لیے بہت آسان ہوتا۔

بعض غور طلب امور

سورۂ مزّمّل داعئ اوّل حضرت محمد ﷺ کو بتاتی ہے کہ وہ وقتِ سحر تہجد کی نماز پڑھیں اور اس میں ٹھہر ٹھہر کر تلاوتِ قرآن فرمائیں۔ اس طرح اپنے آپ کو دعوت کی عظیم ذمہ داری کے لیے تیار کریں، اس لیے کہ دن میں بہر حال آپ کو دوڑ دھوپ کرتے رہنا ہے۔ پھر اسی سورت میں آگے چل کر آپؐ کے چند ساتھیوں (طائفة) کے آدھی رات، ایک تہائی رات یا دو تہائی رات سے کچھ کم عبادت میں کھڑے رہنے کا ذکر آیا ہے۔ گویا یہ رات کی تربیت آہستہ آہستہ ایک اجتماعی تربیت میں تبدیل ہوگئی تھی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کو دن کی اجتماعی تربیت خصوصاً نماز با جماعت کے لیے بھی استعمال کیا گیا، جس کے لیے ایک ایسی تربیت گاہ کی ضرورت تھی جو سنسان جگہ واقع ہو اور جہاں لوگوں کی آمد و رفت عام لوگوں کی نظروں میں نہ کھٹکتی ہو۔

اس میں نہ تو خوف کا عنصر شامل تھا اور نہ خواہ مخواہ روزِ اوّل سے دشمنی کی فضا پیدا کر لینے کی خواہش کارفرما تھی۔ یہ بات بھی کہی جاسکتی ہے کہ یہ دعوت سیدنا نوح علیہ السلام کی اس دعوت کے طرز پر تھی جس کا ذکر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس طرح فرمایا ہے:

ثُمَّ إِنِّیٓ أَعۡلَنتُ لَهُمۡ وَأَسۡرَرۡتُ لَهُمۡ إِسۡرَارًا۔ (نوح:۹)

''پھر میں نے علانیہ بھی تبلیغ کی اور چپکے چپکے بھی سمجھایا۔''

غور کیجیے۔ یہاں 'اعلان' کے مقابلے میں 'چپکے چپکے' نہایت دقیق اور بلیغ ترجمہ ہے۔ یہ ایک دوسرے کی وضاحت کرتے ہیں۔ اس سے پہلے کی آیت (نوح:۸) میں بڑی اونچی آواز (جهارًا) میں دعوت کا ذکر فرمایا۔ گویا دعوت کے لیے تین قسم کی آوازیں سیدنا نوحؑ

نے اختیار فرمائیں: بڑی اونچی آواز، اعلان کی معروف متوسط آواز اور دھیمی آواز، جو کسی خاص شخص سے گفتگو کے لیے اختیار کی جاتی ہے۔ یہاں 'سرّ' کے معنیٰ دھیمی آواز میں بات کرنا ہے، نہ کہ خفیہ بات چیت کرنا۔ اسی معنیٰ میں لفظ 'اَسَرّ' سورۂ محمد کی آیت نمبر (۲۶) اور سورۃ التحریم کی آیت نمبر (۳) میں استعمال ہوا ہے۔

خلاصۂ کلام

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ مکہ مکرمہ کے ابتدائی مرحلے میں دعوتِ اسلامی ایک علانیہ دعوت تھی۔ اس کو خفیہ کہنا حقیقتِ نفس الامری کے خلاف ہے۔ یوں بھی اس دعوت کو آپ خفیہ کیسے کہہ سکتے ہیں جس پر ایمان لانے والوں کی تعداد دس سے زیادہ ہو چکی ہو اور جو سب کے سب اپنے اپنے گھروں میں اور اپنے پڑوس میں معمول کی زندگی گزار رہے ہوں؟

سب جانتے ہیں کہ خفیہ اور زیرِ زمین تحریکوں کے لیڈر اور کارکن جنگلوں اور پہاڑوں میں آبادیوں سے دور اور اپنے گھروں اور خاندانوں سے کٹ کر زندگی گزارتے ہیں۔

امید ہے کہ اس موضوع پر یہ وضاحت کافی سمجھی جائے گی۔

☆☆☆

تحقیقاتِ اسلامی کی قدیم جلدیں
موجود ہیں

تحقیقاتِ اسلامی کے قدیم شماروں کا مختلف افراد، لائبریریاں اور ادارے برابر تقاضا کرتے رہتے ہیں۔ اس سلسلے میں عرض ہے کہ قدیم شمارے ۲۰۰۵ء سے اب تک محدود تعداد میں موجود ہیں۔ ان کی سال بہ سال جلد بندی بھی کرالی گئی ہے۔ خواہش مند حضرات ادارہ سے رابطہ کرکے انھیں حاصل کرسکتے ہیں۔

قیمت فی جلد ۱۸۰/روپے، ڈاک خرچ بذمہ ادارہ

(منیجر، تحقیقاتِ اسلامی)